سلسلہ منشورات 74

کنت قبوریا

کا اردو ترجمہ

اور

مجھے روشنی مل گئی

تصنیف

عبدالمنعم الجداوی

مکتبۃ الامام البخاری
الدار العلمیۃ لنشر التراث الاسلامي
متصل مسجد اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی
0321-8750161

كُنتُ قُبُورِيًّا

کا اُردو ترجمہ مسمّٰی بہ

اور مجھے روشنی مل گئی

تصنیف : عبدالمنعم الجداوی

ترجمہ : مولانا ناز بیر احمد سلفی

نظر ثانی: مولانا مختار احمد ندوی/محمد افضل الاثری

ناشر:

مکتبۃ الإمام البخاری — مکتبۃ السنۃ

الدار العلمیۃ لنشر التراث الإسلامی — الدار السلفیۃ لنشر التراث الإسلامی

کورٹ روڈ کراچی ☆ منظور کالونی گجر چوک۔ کراچی

فون:2211782/موبائل:0321-8750161/0300-2160113

بسم الله الرحمن الرحيم

سلسلة المطبوعات : 74

نام کتاب .... : اور مجھے روشنی مل گئی

مصنف .... : عبدالمنعم الجداوی

مترجم .... : مولانا زبیر احمد سلفی

نظر ثانی .... : مولانا مختار احمد ندوی/محمد افضل الاثری

تاریخ اشاعت : محرم 1430ھ/جنوری 2009ء

کمپوزنگ : السنة کمپوزنگ سینٹر فون:4525502

قیمت : 40 روپے

ناشر:

مکتبة الإمام البخاری — مکتبة السنة

الدار العلمية لنشر التراث الإسلامی — الدار السلفية لنشر التراث الإسلامی

کورٹ روڈ کراچی ☆ منظور کالونی گجر چوک۔کراچی

فون:2211782/موبائل:0321-8750161/0300-2160113

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از ناشر

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر خالص اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک اعتقاد دین اسلام کی بنیاد ہے۔آج کے مسلم معاشرے میں اسلام کی اصل صورت خال خال نظر آتی ہے۔ بے شمار بدعات اور مختلف اقسام کے شرک جن کا اسلام سے دور دور تک واسطہ نہیں لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾۔(یوسف:106)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔

اللہ کے یہاں ناقابل معافی جرم شرک ہے اس کی بیشمار شاخیں معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں۔قبر پرستی' دست شناسی' علم نجوم' پتھروں پر اعتقاد' غیب دانی کے دعوے' اندھی تقلید سب شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔اندھی تقلید شرک ہونے کے حوالے سے درج ذیل حدیث مبارکہ غور طلب ہے۔

ایک بار عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو (عیسائیت سے مسلمان ہوئے تھے) نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس آیت کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ

اللّٰہِ﴾۔(التوبۃ:31)

"ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے"۔

عدی بن حاتم نے عرض کیا کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علما کی کبھی عبادت نہیں کی۔رسول اللہ نے فرمایا" کیا انہوں نے اس چیز کو حرام نہیں بنا دیا تھا جو اللہ نے حلال بنائی تھی اور تم سب نے بھی اسے حرام بنا لیا تھا اور کیا انہوں نے اس کو حلال نہیں بنا لیا تھا جو اللہ نے حرام کیا تھا اور تم سب نے بھی اسے حلال بنا لیا تھا" اس پر اس نے جواب دیا" ہم نے واقعی ایسا کیا تھا"۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اسی طریقے سے تم نے ان کی عبادت کی"۔(صحیح ترمذی للالبانی:2471)

چنانچہ اندھی تقلید شخصیت پرستی ہے حق پرستی نہیں۔اسی طرح اہل قبور پر اعتقاد بھی شخصیت پرستی ہی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ﴾۔(الأعراف:194)

"واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں"۔

بلکہ وہ موت سے دوچار ہونے کے بعد حواس سے بھی عاری ہو جاتے ہیں۔

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ﴾۔(فاطر:14)

''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے''۔

اس آیت مبارکہ سے قبل آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾۔(فاطر:13)

''وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماھتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک میعادِ معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا' اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں''۔

سوال یہ ہے کہ اہل قبور نے جس وقت وہ زندہ تھے کیا اس طرح کے کام کئے کہ رات اور دن بنائے ہوں' سورج اور چاند کو ٹائم ٹیبل دیا ہو......؟ نہیں...... بلکہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی جھلی ہوتی ہے وہ بھی انہوں نے بنا کر نہیں دکھائی کہ

اس کے مالک کہلاتے۔اور اب مرنے کے بعد وہ اتنے بھی نہ رہے جتنے کہ اس دنیا میں تھے کہ چل پھر سکتے تھے' بولتے تھے سنتے اور دیکھتے تھے۔

کم علم افراد اھل قبور کے زندہ ہونے کا گمان رکھتے ہیں اور اس کی دلیل اس آیت کو بناتے ہیں کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے رب کے پاس وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔ دراصل یہ کم فہمی کا نتیجہ ہے۔شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں نہ کہ اس دنیائے فانی میں۔اس کا قرآن وسنت کے علاوہ عقلی ثبوت یہ ہے کہ شہید کی بیوہ نکاح کرسکتی ہے۔اگر اس کا شوہر اسی دنیائے فانی میں حقیقتاً زندہ ہوتا تو اس کے طلاق دیئے یا فوت ہوئے بغیر وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی تھی لہٰذا وہ اس دنیا میں نہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور جنت کے رزق سے مستفید ہوتے ہیں۔

کتاب ہذا میں شرک وبدعت کی تاریکی سے توحید اور سنت کی روشنی کی طرف ایک خوش قسمت شخص کے سفر کی حقیقی داستان ہے۔ جسے اس سے قبل مولانا مختار احمد ندوی نے شائع کیا تھا۔موجودہ طبع ازسر نو کمپوزنگ اور مراجعہ وتحقیق کے بعد پیش خدمت ہے۔اس پر راقم الحروف کے علاوہ درج ذیل افراد نے مراجعہ کیا ہے۔

اسماعیل حبیب شگری رحمہ اللہ' شیخ سرور الٰہی' فضل اکبر' لمۃ الرحمان۔

اللہ عزوجل سب کی میزانِ حسنات میں شامل فرما کر شرفِ قبولیت بخشے۔آمین۔

والسلام۔ محمد افضل الاثری 2 محرم 1430ھ/1 جنوری 2009ء

مقدمة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى إِمَامِ الْمُوَحِّدِيْنَ الَّذِىْ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔ وَبَعْدُ:

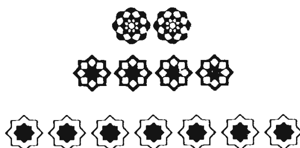
اس کتاب میں ایک ایسے آدمی کی ہدایت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس نے ایک مدت تک شرک' بدعات' خرافات' تاریکی میں اپنی زندگی گزاری تھی' وہ قبروں کے پاس تبرک حاصل کرنے جاتا تھا' انھیں چھوتا اوران کا طواف کرتا تھا' پھر اللہ نے اس پر انعام کیا' اسے ہدایت بخشی' اسے نورتوحید سے نوازا' اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اس شخص نے اس کتاب میں اپنا قصہ بیان کیا ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس سے نصیحت پکڑیں اوراسی کا راستہ اختیار کریں۔

اس قصّے کومجلّہ "التوعية الاسلامية" نے کئی قسطوں میں شائع کیا تھا جو کہ "هيئة التوعية الاسلامية بالحج" کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے پھر "هيئة التوعية الاسلامية" نے اس کو کتاب کی شکل میں شائع کرنا مناسب

سمجھا تاکہ دوسرے مسلمان بھی اس سے واقف ہوں اور اس سے نصیحت پکڑیں۔اس کے کاتب دارالہلال کے محرر استاذ عبدالمنعم جداوی ہیں' وہ سلف صالح رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت سے متأثر ہوئے اور صحیح راستے کی طرف ہدایت یاب ہوئے' اب وہ دوسرے لوگوں کو بھی حکمت وموعظۂ حسنہ سے اس کی طرف بلا رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ إِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ هُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

وَصَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِیْنَ ۔



اور مجھے روشنی مل گئی......

اس کتاب میں جن باتوں کا میں نے اعتراف کیا ہے ان کو قلمبند کرنے میں پہلے مجھے بڑا تردد تھا' اس کے کئی اسباب تھے اور اب اسے چند اسباب کی بنا پر قلمبند کر رہا ہوں۔ پیچھے ہٹنے اور آگے بڑھنے کے اسباب ایک تھے' میں ڈر رہا تھا کہ بعض قارئین یہ عنوان پڑھ کر کہیں گے کہ ایک قبر کی تعظیم کرنے والے شخص کی خرافات کو پڑھ کر ہمیں کیا ملے گا......لیکن بعض قارئین جو کہ نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہونگے جیسا کہ میں اپنے عقیدہ کی تصحیح سے پہلے تھا' میرے ان اعترافات کو پڑھ کر اور سمجھ کر خرافات کی ظلمت سے نکل کر صحیح عقیدہ کی روشنی کی طرف آ سکتے ہیں' بس اسی خیال نے مجھے اپنی ذات کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے پر آمادہ کیا اور میں نے یہ صفحات لکھے۔

میں قبروں کی بڑی تعظیم کرتا تھا' جس شہر میں بھی جاتا جہاں کسی بزرگ کی قبر ہوتی تو فوراً اس کا طواف کرنا شروع کر دیتا خواہ میں ان کی کسی کرامت سے واقف ہوتا یا نہیں' کبھی تو میں ان کی کرامات گھڑ لیتا اور ان کا تصور کر لیتا۔ جب میرا لڑکا پاس ہو جاتا تو کہتا کہ یہ اس بڑی رقم کی وجہ سے ہوا ہے جو میں نے نذر

کے صندوق میں ڈالی تھی اور جب میری بیوی کو شفا یابی ملتی تو کہتا کہ یہ اس بکری کے سبب ہوا ہے جسے میں نے فلاں شیخ ولی اللہ کیلئے توسیح کیا تھا۔

اتفاق سے میری ملاقات ڈاکٹر جمیل غازی سے ہوئی۔ یہ ملاقات ایک اسلامی میگزین کے کالم کیلئے ہوئی تھی جو کہ "جمعية العزيز بالله القاهرية" اور دوسری مساجد کے حالات نشر کرتا ہے۔ اس کا اوّلین پیغام توحید اور عقیدہ کی تصحیح ہوتا ہے' بار بار ملاقات کی بنا پر مجھے مسجد عزیز باللہ میں جمعہ کی نماز پڑھنی پڑتی' ڈاکٹر جمیل اپنے خطبہ میں نہایت آسان زبان میں عقلی دلیلیں دے کر یہ ثابت کرتے کہ اس طرح کا عقیدہ شرک ہے' آدمی ایک مردہ مخلوق سے مدد مانگے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عقل غافل ہے' اس عقیدہ پر ان کے حملہ نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا اور ان کی حقیقت بیانی نے مجھ جیسے غافل انسان کو چوکنا کر دیا۔ ڈاکٹر جمیل اگر اسی پر اکتفا کرتے تو میں معاملہ کو لاپرواہی سے ٹال دیتا لیکن وہ تو ہر خطبہ میں اس موضوع پر بات کرتے۔ اپنے خطبہ میں کہتے کہ قبر میں صرف ایک مردہ آدمی ہوتا ہے بلکہ کبھی قبر بالکل خالی ہوتی ہے اس میں ایک ایسی ہڈی جس کا نفع وضرر پر کوئی اختیار نہیں ہوتا وہ بھی نہیں ہوتی۔

شروع میں میرے بدن میں حرکت ہوئی میں اپنا توازن کھو بیٹھا۔ ہر نمازِ جمعہ کے بعد میں غمگین اپنے گھر لوٹتا' یہ چیز میرے سینے پر رینگتی رہی' میرے

احساسات ومشاعر کو جکڑتی رہی جس سے نکلنا میرے لئے مشکل ہو گیا...... کیا میں اتنے سال گمراہی میں تھا...... یا میرے دوست ڈاکٹر جمیل نے مبالغہ آرائی کی ہے...... میرا اعتقاد تھا کہ جس نے بھی کلمہ شہادت پڑھا ہو وہ کسی لغزش کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا۔

ایک دوسری چیز بھی میرے دل میں شعلہ بن کر بھڑک رہی تھی اور میرے سکون کو آہستہ آہستہ غارت کر رہی تھی وہ یہ کہ ڈاکٹر جمیل نے تو مجھے قبروں والے اولیا سے مقابلہ آرائی پر ابھارا ہے جبکہ صبح وشام بعض خطبا کی زبان سے میں یہ سنتا رہتا ہوں کہ جو کسی ولی کو تکلیف دے گا وہ اللہ سے لڑائی کرے گا' اس معنی میں صحیح حدیث بھی موجود ہے' میں ان اصحابِ قبور سے لڑائی نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اللہ جلّ جلالہٗ سے لڑائی کروں۔

میں نے سوچا کہ دفاع کرنے کا سب سے بہترین وسیلہ حملہ کرنا ہے چنانچہ میں نے امام غزالی کی کتاب (إحياء علوم الدين) کے کچھ صفحات اور ابن عطاء اسکندری کی کتاب (لطائف المنن) کے بھی بعض صفحات کا مطالعہ کیا' میں نے بعض کرامتوں کو ان کے اصحاب کے نام کے ساتھ اور کس موقع پر وہ کرامتیں ظاہر ہوئیں' زبانی یاد کر لیا' دوسرے جمعہ کو میں پھر گیا' میں اپنا غصہ پی کر بغور ڈاکٹر جمیل کا خطبہ سنتا رہا' جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اصرار کیا کہ میں

ان کے ساتھ دو پہر کا کھانا کھاؤں' کھانا کھانے کے بعد میں نے فوراً دو چیزوں پر بھروسہ کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا:

1۔ ایک یہ کہ مجھے بہت سی کرامتیں یاد ہیں۔

2۔ دوسرے یہ کہ میں ان کے گھر میں مہمان ہوں لہٰذا وہ مجھ پر غصے نہیں ہوں گے۔

میں نے ان سے کہا کہ اولیا کے درجات تک کوئی نہیں پہنچ سکتا سوائے اس شخص کے جو ان کی طرح پاک وصاف ہو' وہ اللہ کے انتہائی مخلص بندے ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ خاص طور پر ان کے ہاتھوں بعض نشانیاں ظاہر کرتا ہے ...... میں بولتا گیا اور ڈاکٹر جمیل میری باتیں سنتے رہے یہاں تک کہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ ان کے پاس میری باتوں کا کوئی جواب نہیں ...... پھر انھوں نے بولنا شروع کیا اور کہا: کیا تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ ان میں سے کوئی شیخ اللہ کے نزدیک اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ مکرّم تھا؟ میں نے حیران ہو کر کہا: نہیں! انھوں نے کہا: پھر کیسے ان میں سے بعض پانی پر چلتے تھے یا ہوا میں اڑتے تھے' زمین پر رہ کر جنت کا پھل توڑتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا نہیں کیا۔

ان کی یہی بات مجھے مطمئن کرنے کیلئے اور اپنے اعتقاد سے رجوع کرنے

کیلئے کافی تھی لیکن افسوس کہ تعصب میرے اوپر غالب آ گیا اور میں نے ان کی بات تسلیم نہیں کی' میں اس ثقافت کو کیسے ترک کر دیتا جس میں میں نے تیس سال سے زائد عمر گزاری تھی ...... کیا وہ غلط بھی ہو سکتی ہے' جبکہ میں نے اسی کو حقیقت سمجھا تھا' میرے نزدیک اس کے علاوہ کچھ حقیقت نہیں تھی۔

میں نے پھر نئے طریقے سے بعض کتابوں کا مطالعہ شروع کیا جو میری لائبریری میں موجود تھیں' ڈاکٹر جمیل کے پاس بھی جانے لگا' رات دیر تک ان کے ساتھ باتیں ہوتی رہتیں' میں صوفیا کا بڑا عاشق تھا' ان کے اشعار' ان کی موسیقی' ان کے الحان مجھے بہت پسند تھے' ان کے قدیم الحان میں مشرقی' فارسی اور مملوکی لحن جمع ہو گئے تھے' کبھی ان میں افریقی طبلہ کی گونج سنائی دیتی تو کبھی مصری نغمہ سنائی دیتا' ان کے بعض اشعار میں سحر کے وقت عاشق کے اپنے محبوب سے ملنے کی بات ہوتی' ان تمام وجوہات کی بنا پر میں صوفیا کو پسند کرتا تھا' میں ان سے محبت کرتا اور ان کے اقطاب کے بہت سے اشعار زبانی یاد کئے ہوئے تھا' خاص طور سے ابن فارض کے اشعار۔ میری ساری دلیلیں جن کے ذریعے سے میں ڈاکٹر جمیل کی مخالفت کر رہا تھا' یہ تھیں کہ وہ اور ان جیسے دوسرے لوگ جو توحید کی طرف بلاتے ہیں دین میں روح نام کی کوئی چیز نہیں چاہتے ہیں اور اس کو خیال سے الگ کر دیتے ہیں جبکہ ضروری یہ ہے کہ انھیں بھی وہاں تک پہنچنا

چاہیے جہاں تک اصحاب کرامات پہنچتے ہیں تا کہ انھیں معلوم ہو کہ کرامت کیا چیز ہے کیونکہ موج وہی جانے گا جس نے دریا کا مشاہدہ کیا ہو' عشق کی حقیقت کو وہی جانے گا جس نے عشق کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہو' استدلال میں یہ صوفیوں کا اسلوب تھا۔

پھر میں نے یہ کوشش کی کہ ڈاکٹر جمیل سے ملاقات نہ ہو تا کہ میرے احساسات ٹوٹ کر نہ بکھریں اور میرا وجدان مضطرب نہ ہو لیکن انھوں نے مجھے نہیں چھوڑا' وہ اچانک میرے گھر آ گئے اور دروازہ پر گھنٹی بجائی' میں انھیں دیکھ کر حیران رہ گیا' وہ میرا حال پوچھنے آئے تھے' عادت کے مطابق دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی پھر جب انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں جمعہ کی نماز ان کے ساتھ کیوں نہیں پڑھتا تو میں نے صراحتاً ان سے کہہ دیا کہ میں آپ سے مایوس ہو چکا ہوں۔ انھوں نے کہا: لیکن میں آپ سے مایوس نہیں ہوا' آپ کے اندر عقیدہ کیلئے بہت سی خیر موجود ہے۔ میں نے سوچا یہ بتدریج مجھے اپنے طریقے پر لے ہی جائیں گے' میں نے ان کے ہاتھ میں ایک کتاب (سیرت امام محمد بن عبدالوہاب) دیکھی' میں نے کہا: کیا آپ مجھے یہ کتاب دے سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ نسخہ میں نہیں دے سکتا دوسرا نسخہ لا کر دے سکتا ہوں۔

وہ مجھے ہمیشہ اسی طرح بھڑکایا کرتے تھے' میں جو مانگتا وہ مجھے پہلی مرتبہ

یں نہیں دیتے' میں نے کتاب کا وہ نسخہ لے لیا اور اسے واپس کرنے سے انکار کر دیا' آدھی رات کے بعد میں نے اسے پڑھنا شروع کیا' موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے یہ کتاب مجھے بڑی پسند آئی' میں صبح تک نہیں سویا' کتاب اپنے حجم کے اعتبار سے تو چھوٹی تھی لیکن معنی ومفہوم کے اعتبار سے تیز آندھی اور زلزلہ کی طرح تھی' اس نے مجھے ایک نئے افق پر لا کھڑا کیا' اس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالاتِ زندگی' ان کی دعوت وتبلیغ کا قصہ اور دین کی راہ میں انھوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں اس کا بیان تھا' جب بھی میں کوئی صفحہ پڑھتا تو میرا دل اس کی سطروں سے چپک جاتا اور جب کسی وجہ سے کتاب بند کرتا مثلاً کچھ سوچنے کیلئے یا کوئی دوسری کتاب تلاش کرنے کیلئے تو ایسا لگتا کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے' کتاب پڑھتے پڑھتے جب میں یہاں تک پہنچا کہ شیخ بصرہ میں ہیں تو جب تک میں نے اس کے آگے یہ نہ پڑھ لیا کہ شیخ بصرہ سے کب لوٹے اس وقت تک مجھے چین نہیں ملا' اسی طرح جب یہ پڑھا کہ وہ بغداد میں ہیں اور کردستان جانے کی تیاری کررہے ہیں تو جب تک میں نے اس کے آگے یہ نہ پڑھ لیا کہ وہ سفر سے اپنے وطن واپس آگئے ہیں اس وقت تک میں اس کو پڑھنے میں مشغول رہا۔

ڈاکٹر جمیل اپنی کتاب (مُجَدِّدُ الْقَرْنِ الثَّانِیْ عَشَرَ الْهِجْرِیْ شَیْخُ الْإِسْلَامِ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ) میں لکھتے ہیں: اس طرح چکر لگانے

اور گھومنے پھرنے کے بعد کیا انھیں اپنی گمشدہ چیز مل گئی............؟

نہیں! اس لئے کہ پورے عالمِ اسلام پر سخت جہالت' پسماندگی اور پستی چھائی ہوئی تھی' وہ مسلمانوں کو ہر میدان میں پیچھے دیکھ کر اپنے پہلو میں سخت غم و تکلیف لے کر اپنے وطن لوٹے' ان کے ذہن میں رات دن بس ایک ہی چیز آ رہی تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف کیوں نہیں بلاتے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یاد کیوں نہیں دلاتے ہیں............

پس یہی وہ عقیدہ ہے جس کی طرف ڈاکٹر جمیل بلانا چاہتے تھے' یہ عقیدہ کسی دراڑ یا سوراخ سے نکل کر نہیں آیا تھا بلکہ بارہویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اس پر غور و فکر کیا تھا پھر اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا تاکہ وہ مزاروں کو ڈھا دیں' خرافات کو مٹا دیں' شعبدہ بازوں اور بازیگروں کو مار بھگائیں جنھوں نے اپنی باطل باتوں سے جنھیں گزرتے دنوں کے ساتھ مقدس سمجھا جانے لگا ہے دین کی صورت بگاڑ دی ہے لیکن سوال یہ تھا کہ اگر انھوں نے اس کے ازالے کے بارے میں سوچا تو مسلمانوں کے دل غم سے باہر نکل آئیں گے (وہ آسانی سے ان کی بات نہیں مانیں گے) یہی سوال اس کتاب میں اس طرح کیا گیا تھا: " مَاذَا كَانَ وَقعَ هٰذِهِ الْأَعْمَالُ عَلَى نُفُوسِ الْقَوْمِ؟ "۔

لوگوں کے دلوں پر ان اعمال کا کیا اثر ہوا؟

مؤرخین نے اس کا جو جواب دیا اسے استاذ احمد حسین نے اپنی کتاب (مُشَاهَدَاتِیْ فِیْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ) میں اس طرح لکھا ہے: "درختوں کو کاٹنے اور گنبدوں کو ڈھانے میں لوگوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اس کام کو کرنے کیلئے انھیں تنہا چھوڑ دیا تاکہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو تنہا انھی کو پہنچے"۔

کیا یہی خوف مجھے وراثتاً ملا تھا جو میرے وجود کو ہلا رہا تھا؟ یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے لوگوں نے شیخ کے وطن عیینہ میں درختوں کے کاٹنے اور زید بن خطاب کی قبر کے گنبد کو گرانے میں ان کا ساتھ نہیں دیا' ان کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا کرنے میں اصحاب کرامات کی طرف سے انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

میں کتاب پڑھتا رہا۔ ہر صفحہ پر مجھے ایسا لگتا تھا کہ میں اپنے اندر موجود وہم کی دیوار سے ایک بڑا پتھر الگ کر رہا ہوں...... جب میں آدھی کتاب تک پہنچا تو میں نے اپنے اندر ایک بڑا سوراخ بنا دیا جس سے یقین کی روشنی اندر داخل ہونے لگی لیکن اس تاریکی میں جو میرے دل میں سرایت کئے ہوئے تھی یقین کی یہ روشنی کبھی کبھی چمکتی اور اکثر تاریکی ہی رہتی۔

اب ڈاکٹر جمیل جنگ جیت چکے تھے...... انھوں نے مجھے خود ہی اپنے نفس سے لڑنے کیلئے تنہا چھوڑ دیا...... البتہ مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ میں توحید کے قافلے میں توحید کے علمبردار شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ شامل ہو جاؤں' ان

کے خلاف جو سازشیں اور ریشہ دوانیاں کی جارہی تھیں اس کو پڑھ کر مجھے ان پر ترس آیا۔ مثلاً ایک جگہ تھا کہ جب انھوں نے عیینہ میں ایک زانیہ عورت پر حد جاری کی تو احساء کا حاکم سلیمان بن محمد بن عبدالعزیز حمیدی ان پر غصے ہوا' اس نے اس نئی دعوت اور اس کے علمبر دار سے خطرہ محسوس کیا' اس نے عیینہ کے حاکم ابن معمر کو لکھا کہ اس دعوت کا گلا گھونٹ دو' اس کے منادی کو قتل کر دو اور خرافات و اباطیل کی طرف لوگوں کو لوٹا دو۔

لیکن ابن معمر ان کے ساتھ سسرالی رشتے میں بندھے ہوئے تھے' انھوں نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کی تھی اس لئے ان کے قتل کرنے میں انھیں تردد ہوا لیکن وہ ان سے ایک بند کمرے میں ملے اور انھیں احساء کے حاکم کا خط پڑھ کر سنایا' ان کے خدوخال پر مایوسی کے آثار تھے' انھوں نے شیخ سے کہا کہ وہ احساء کے حاکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور ان کے اندر حاکم احساء سے مقابلہ کی طاقت بھی نہیں ہے' اس مایوس کن گھڑی میں شیخ پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ ابن معمر کا ایمان کمزور ہے' شیخ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور توحید کو مضبوطی سے پکڑے رہے' ظالم حکمراں ہمیشہ حق کے داعیوں سے ہی جنگ کرتے ہیں' شیخ نے خوشی خوشی اس بات کو قبول کر لیا کہ عیینہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ توحید کے پیغام کو لے کر اللہ کی راہ میں ہجرت کر جائیں جہاں وہ توحید کا بیج بو سکیں......!!!

صبح کے وقت گھر میں معمول کے خلاف کچھ شوروغل سن کر میں بیدار ہو گیا لیکن اپنے بستر پر ہی سیدھے لیٹا رہا' میرے کان میں کچھ آوازیں آئیں جو کہ نہ خالص انسانی تھیں اور نہ خالص حیوانی ...... ممیانا' چیخنا اور کچھ غیر مفہوم کلام ...... میں نے کہا: میں ضرور کوئی برا خواب دیکھ رہا ہوں' پھر میں نے اپنی بیداری کو یقینی بنایا' لیکن اس مرتبہ اس "میں میں" کی آواز نے میرے کان کا پردہ پھاڑ دیا' میری بیوی انتہائی خوشی کی خبر لے کر میرے پاس آئی...... وہ کہنے لگی کہ میری خالہ کی لڑکی جو صعید (بالائی مصر) کے دُور دراز علاقے میں رہتی ہے اس کے ساتھ اس کا شوہر اور اس کا تین سال کا بچہ فجر کے وقت ٹرین کے ذریعے سے یہاں پہنچ چکے ہیں اور ان کے ساتھ خروف (بکری کا بچہ) بھی ہے۔

میں نے سمجھا کہ میری بیوی مجھ سے مذاق کر رہی ہے...... یا میری خالہ کی لڑکی ...... میں اتنا جانتا تھا کہ اس کی اولاد بچپن کے ابتدائی سالوں میں مرجایا کرتی تھی جس نے اپنے بچے کا نام خروف رکھا تھا تا کہ وہ زندہ رہ سکے' صعید میں عام طور سے لوگ ایسا کیا کرتے تھے ...... ابھی مسئلہ کی وضاحت میرے سامنے نہیں ہوئی تھی کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے بچے سونے کے کمرے کے قریب پہنچ چکے ہیں' اچانک ایک بکری کا بچہ دروازہ پر دھکا دے کر کمرہ میں داخل ہو گیا' بچے اس کا پیچھا کر رہے تھے' راستہ میں جو بھی چیز آئی اس نے اس کو توڑ دیا

پھر آئینہ کی طرف بڑھا اور چھلانگ لگا کر اپنے سینگ سے اس پر ایک ضرب لگائی اور ایک عجیب وغریب آواز کے ساتھ آئینہ ٹوٹ گیا۔

یہ سب چند لمحوں میں ہو گیا' میں نے خیال کیا کہ میرا گھر چڑیا گھر بن چکا ہے حالانکہ میں عباسیہ میں رہتا ہوں اور چڑیا گھر جیزہ میں ہے۔ میں چارپائی پر بے قراری کے عالم میں پڑا تھا اور میری بیوی بکرے کے خوف سے ڈری سہمی ایک گوشے میں کھڑی مجھ پر نظر جمائے ہوئے تھی اور مجھے ہمت دلا رہی تھی کہ میں اس مجنون جانور کا مقابلہ کروں لیکن آواز اور بکھرے ہوئے شیشے نے اس جانور کو مزید برانگیختہ کر دیا' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اس کے سینگ میں موت دکھائی دے رہی تھی' میں نے اپنے ذہن میں اس سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر لی' میں نے چارپائی کی چادر پکڑ لی اور قبل اس کے کہ میں تیزی سے اس خروف کا مقابلہ کرتا میری خالہ کی بیٹی کمرہ میں آ گئی' وہ بہت ہی الجھن میں تھی' اس نے سوچا کہ میں اس خروف (بکری کے بچے) کو مار ڈالوں گا' وہ چیخ پڑی اور کہنے لگی کہ یہ سید بدوی کا خروف ہے۔

پھر اس نے اس خروف کو بلایا تو وہ سدھائے ہوئے جانور کی طرح اس کے پاس چلا گیا' اس نے اسے پکڑ کر اس کے سر پر اپنا ہاتھ تھپکا اور مجھ سے کہنے لگی کہ وہ صعید سے اس خوبصورت بکرے کے ساتھ آئی ہے' جس کو اس نے تین

سال سے پالا ہے' یہی اس کے بچے کی بھی عمر ہے' اس نے یہ نذر مانی ہے کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہ گیا تو وہ سید بدوی کی چوکھٹ پر اسے ذبح کرے گی اور پرسوں نذر پوری کرنے کی تاریخ آ رہی ہے۔

وہ یہ سب باتیں کہتے ہوئے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ رہی تھی' میں برآمدے میں آیا تا کہ اس کے شوہر سے ملاقات کروں' وہ بھی بہت خوش تھے' مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان کے ساتھ طنطا چلوں تا کہ اس عظیم تقریب کو دیکھوں۔ وہ بتانے لگے کہ انھوں نے دوری کی وجہ سے صرف بکرا لے جانے پر اکتفا کیا ہے ورنہ جو لوگ سید بدوی سے قریب رہتے ہیں وہ اونٹ لے جا کر ان کے آستانے پر ذبح کرتے ہیں...... میرے لئے ضروری تھا کہ میں اپنی خالہ کی بیٹی کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں تا کہ اس کا بچہ زندہ رہے ورنہ مجھے رشتہ منقطع کرنے والا سمجھا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ مجھے اپنی خالہ کی بیٹی کے بچے کی زندگی کی پروا نہیں' وہ چاہے جیئے یا مرے' اس لئے میرے لئے ضروری تھا کہ میں اس مشرکانہ تقریب میں شرکت کروں۔ اس وقت میں نے اپنے نفس سے سوال کیا کہ میں اسے کس طرح قائل کروں کہ وہ کفر کے راستے پر جا رہی ہے اور جس حسین خواب کو وہ تین سال سے دیکھ رہی ہے اگر میں نے اسے توڑ ڈالا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

میں نے سوچا پہلے میں اس کے شوہر کو سمجھاؤں کیونکہ مرد عورتوں پر حاکم

ہیں چنانچہ میں اس کے شوہر کو گھر کے ایک گوشہ میں لے گیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب (اَلْـإِمَـامُ مُـحَـمَّـدُ بْنِ عَبْدِ الْوَهَـابِ) انھیں دکھائی ..... انھوں نے اس کتاب کو لینے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا' جب انھوں نے اس کا سرورق پلٹا اور اس کا عنوان دیکھا تو ایسے اچھلے جیسے آگ کا انگارا پکڑ لیا ہو' انھوں نے کتاب کا عنوان پڑھا جو بتا رہا تھا کہ کتاب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کا قصہ ہے تو چیخ پڑے اور کہنے لگے کہ میں یہ کیا پڑھ رہا ہوں اور یہ کتاب میرے پاس کیسے پہنچی؟ ضرور کسی نے مجھے ورغلایا ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میں ایک متوازن آدمی ہوں' اپنے دین کا حریص ہوں' مزاروں کی زیارت کرتا ہوں' قبروں پر چراغ جلاتا ہوں' نذر مانتا ہوں' بزرگوں کیلئے جانور قربان کرتا ہوں جیسے وہ کرتے ہیں۔ میں نے ان کی آنکھوں میں رحم کے آثار دیکھے کہ کس طرح تقدیر نے مجھے اس کتاب میں الجھایا ہے' اب مجھے وہی موقف اختیار کرنا تھا جو موقف ڈاکٹر جمیل نے اس سے پہلے میرے مقابلہ میں اختیار کیا تھا' گویا اللہ تعالیٰ مجھے آزما رہا تھا۔

میں نے سوچا کہ کیا میں نے جو پڑھا ہے اس کو نافذ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں؟ کیا میں نے جو پڑھا ہے اس پر مجھے پورا یقین ہے؟ سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں اپنے عقیدہ میں کہاں تک پکا ہوں اور دوسروں کو کہاں تک قائل کر سکتا

ہوں، کیونکہ جو شخص اس ماحول پر اثر انداز نہ ہو جس میں وہ رہتا ہے اس کا عقیدہ منفی ہے مثبت نہیں، یہ معقول بات نہیں تھی کہ میں اپنی توحید کو صرف اپنے اوپر لپیٹے رہوں اور دوسروں کو گمراہی میں جینے دوں کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد وہ مجھے بھی اپنی خرافات میں ڈبو دیں گے...... لہٰذا میرے لئے ضروری تھا کہ میں ان سے اچھے اسلوب میں مجادلہ کروں ...... میں ان کو یہ محسوس نہ ہونے دوں کہ معاملہ آسان ہے...... میرے لئے ضروری ہے کہ میں ان کو شرک سے نفرت دلاؤں اور ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کو ترک کر دیں کیونکہ خرافات بڑی کمزور بنیادوں پر ہوتی ہیں، اگر ان میں ذرا بھی شک ہو جائے تو وہ ڈھ جاتی ہیں اور حق ان کا پیچھا کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ان کو ختم کر دیتا ہے یا کم سے کم ان کا بڑھنا اور پنپنا روک دیتا ہے تا کہ دوسرے لوگ اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اللہ پر بھروسہ کر کے اس آدمی کو سمجھاؤں اور معاملہ کی وضاحت کروں لیکن یہ آسان کام نہ تھا...... میرے لئے پہلے یہ ضروری تھا کہ میں ان کو مطمئن کروں اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں ان کے دل میں جو بدگمانیاں ہیں انھیں دور کروں، اسی طرح وہابی تحریک کے بارے میں ان کے ذہن میں جو خدشات ہیں ان کو زائل کروں۔

پہلی گفتگو میں انھوں نے وہابیت پر کئی تہمتیں لگائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ

خوب جانتا ہے کہ یہ تحریک جو توحید کی دعوت دیتی ہے ان تمام الزامات سے ایسے ہی بری ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے خون سے بھیڑیا بری تھا......

میں نے انتہائی جوش وخروش سے ان نفرتوں کی وضاحت کی جن کے ذریعہ [سے] توحید کی دعوت پر حملہ کیا جاتا ہے...... میں نے انھیں بتایا کہ اس دعوت نے کس طرح اسلامی شریعت کے شعار اور عبادات کے اصول کا احیاء کیا ہے جس سے خرافات گھڑنے والوں' قبر کے متولیوں اور مزاروں کے نگہبانوں کا خاتمہ ہو گیا ہے جو کہ ہر سال تبرکات بیچ کر مال جمع کرتے ہیں اور جنت میں اپنی سیٹ چاہنے والوں پر نیکیاں تقسیم کرتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ سیٹیں محدود ہیں اور وقت بہت کم ہے...... لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ ......

میں نے ان کے چہرہ پر خیر کی بعض علامتیں دیکھیں ...... وہ دہشت سے دیکھ رہے تھے گویا کہ وہ بیہوشی سے اٹھے ہوں ...... پھر سنبھلے اور ان اللہ والوں کی طرف سے دفاع کرنے لگے جو اپنی قبروں میں سو رہے ہیں لیکن ان کی روحیں (ان کے باطل گمان کے مطابق) دنیا پر حکومت کر رہی ہیں اور وہ ہر جمعہ کی رات کسی قطب کے پاس جمع ہوتے ہیں یہاں تک کہ مشہور عورتیں بھی مرد اقطاب سے ملتی ہیں اور سب مل کر کائنات کے امور میں غور وفکر کرتے ہیں۔

میں ان کے اس اعتقاد کو جس کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی یکا یک دور

کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اس لئے میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ وہ اس معاملے میں غور کریں کہ کیا اللہ کے نزدیک یہ مزاروں والے مردے زیادہ مکرم ہیں' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ میں نے ان سے کہا کہ وہ اس کے بارے میں خوب سوچ سمجھ کر مجھے جواب دیں اور کسی قسم کی جانبداری یا تعصب سے کام نہ لیں۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ اس کے بارے میں سوچیں گے لیکن وہ مجھ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ اس مبارک سفر میں طنطا تک جاؤں' میں نے کہا: یہ محال ہے' میں نہیں جا سکتا...... اگر وہ اور ان کی بیوی سید بدوی کے آستانے پر جانے کا عزم کر چکے ہیں تا کہ ان کا بیٹا زندہ رہے...... تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی سید بدوی کے ہاتھ میں ہے' انھوں نے آنکھیں پھاڑ کر تیز نظر سے مجھے دیکھا پھر چلا کر کہا: اے آدمی کفر نہ بکو' میں نے کہا: ہم میں سے کون دوسرے پر کفر کا الزام لگا رہا ہے؟ کیا میں جو آپ سے اس بات کی درخواست کر رہا ہوں کہ اللہ کی طرف متوجہ ہوں یا آپ جو سید بدوی کی طرف جانا چاہتے ہیں؟

وہ خاموش ہو گئے' انھوں نے اسے اپنی بے عزتی سمجھا اور ضیافت کے خلاف خیال کیا اور اپنی بیوی' بچے اور بکرے کو لے کر عباسیہ سے (جو کہ قاہرہ میں ہے) طنطا کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب میں انھیں الوداع کہنے لگا تو میں نے

شوہر کے کان میں کہا کہ اس مشرکانہ تقریب میں شرکت کے بعد لوٹتے ہوئے میرے پاس نہ آئیں تو میں مشکور ہوں گا' ورنہ وہ میری طرف سے اچھا برتاؤ نہیں پائیں گے' میری ان باتوں سے ان کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا' یہ قافلہ بکری کے بچے کو لے کر طنطا کی طرف روانہ ہو گیا۔

میری بیوی مجھے ملامت کرنے لگی کہ میں نے ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا ہے حالانکہ وہ اپنے بچے پر خائف تھے اور اس کی زندگی بچانے کیلئے ایسا کر رہے تھے کیونکہ ان کے کئی بچے مر گئے تھے...... میں نے اپنی بیوی سے چیخ کر کہا کہ اگر وہ بچہ زندہ رہے گا تو صرف اس وجہ سے کہ یہ اللہ کی مشیت ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس وجہ سے مرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو مارنا چاہتا ہے' اللہ کے اوامر اور ارادہ میں کوئی شریک نہیں۔

میں اس جریدہ کے دفتر میں گیا جہاں میں کام کرتا تھا' اسی وقت ڈاکٹر جمیل نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا' وہ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے' ان کے دل میں اس کا ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ مجھ سے اس کتاب کے بارے میں پوچھیں کہ کتاب نے مجھ پر کیا اثر کیا یا میں نے کتاب کا کیا کیا؟ مجبوراً مجھے ہی کہنا پڑا کہ اس کتاب میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں...... پھر رات کو ہم ایک دوسرے سے ملے' میں نے

ان سے وہ واقعہ بیان کیا یعنی وہ مصیبت جو صعید سے میرے پاس آئی تھی' میں نے انھیں شرک سے روکنے کی جو کوشش کی تھی اس پر انھوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا' جب کہ ابھی چند دنوں پہلے میں ان سے کم شرک نہیں کرتا تھا' میں نے ڈاکٹر جمیل سے کہا: کیا آپ نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ میں ان سے وہی کہہ رہا تھا جو آپ مجھ سے کہہ رہے تھے۔

ڈاکٹر جمیل بڑے اطمینان وسکون سے کہنے لگے: مجھے یقین تھا کہ آپ دعوت کیلئے مفید چیز ثابت ہو سکتے ہیں' چیز کہنے پر مجھے غصہ آیا' میں نے سوچا کہ میں ان سے اس پر احتجاج کروں اور کہوں کہ کیا میں اشیا میں سے ہوں' آدمیوں میں سے نہیں؟ لیکن وہ بلاتوقف کہنے لگے کہ جب آدھی کتاب پڑھ کر آپ کی یہ حالت ہوئی ہے تو پوری کتاب پڑھنے کے بعد کیا ہوگا' اور خوب ہنسے۔

کچھ دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میری وہ رشتے دار عورت ہمارے پاس قاہرہ میں رکے بغیر طنطا سے سیدھے صعید چلی گئی ہے' وہ مجھ سے ناراض ہے اور خاندان کے ہر بڑے بزرگ سے اس نے میری شکایت کی ہے۔ دوسرے ہفتہ اچانک دروازہ کی گھنٹی بجی' میرا چھوٹا بچہ دروازہ پر دیکھنے گیا...... اور واپس آ کر مجھ سے کہنے لگا: ابراہیم حران آئے ہیں۔ ابراہیم حران میری خالہ کی بیٹی کے شوہر کا نام ہے۔ (میں نے سوچا) اب کیا ہوا...... کیا وہ نیا خروف (بکری کا بچہ)

لائے ہیں اور کسی نئی قبر کیلئے نئی نذر مان چکے ہیں ...... یا کیا بات ہے؟ اس مرتبہ میں نے سوچا کہ میں خاموش نہیں رہوں گا بلکہ میرا غصہ حد سے تجاوز کر جائے گا خواہ مار پیٹ ہی کیوں نہ ہو جائے ...... میں غصہ سے بھرا دروازہ پر آیا' کیا دیکھتا ہوں کہ حران اپنا ہاتھ مجھ سے مصافحہ کرنے کیلئے بڑھا رہے ہیں' میں نے انھیں اندر آنے کیلئے کہا تو انھوں نے انکار کر دیا...... میں نے سوچا کہ پھر وہ کیوں آئے ہیں ......؟ اور کس سلسلہ میں آئے ہیں ......؟ وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ وہ "شیخ محمد بن عبد الوہاب" نامی کتاب مانگنے آئے ہیں جو میرے پاس ہے' میں دیر تک آنکھیں پھاڑ کر ان کو دیکھتا رہا پھر قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا......

جاہلیت کا ایک اور قلعہ گر گیا...... لیکن کیوں اور کیسے گرا؟ ابراہیم حران اپنے قدموں سے چل کر یہاں آئے ہیں اور توحید کا سفر شروع کرنا چاہتے ہیں ...... ضرور ان کے واپس آنے کے پیچھے کوئی بات ہے' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ بغیر کسی قوی سبب کے ایسا ہوا ہو۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہے جس نے ان کے باطن کو کھول دیا ہے اور جس حقیقت سے وہ لمبے عرصہ سے غافل تھے وہ ان پر واضح ہو گئی ہے......

میں انھی خیالوں میں غافل تھا اور قریب تھا کہ بیہوش ہو جاؤں کہ وہ میرے اوپر رحم کھا کر بول پڑے' ان کے منہ سے جو جملہ نکلا تھا وہ اس پتھر کی طرح بھاری

تھا جو پہاڑ کی چوٹی سے گرتا ہے۔ وہ زور سے میرے کان پر لگا پھر زمین پر گر کر پھٹ پڑا اور اس کے ٹکڑوں سے خون بہنے لگا...... انھوں نے کہا کہ میرا بیٹا ہم لوگوں کے واپس آنے کے بعد مر گیا...... یہ ابراہیم کا چوتھا بیٹا تھا جو پے در پے مرے تھے، جب بھی کوئی بچہ تین سال کا ہوتا اس کا انتقال ہو جاتا، وہ ڈاکٹروں کے پاس جانے اور خون وغیرہ کا ضروری ٹیسٹ کرانے [کے] بجائے کبھی اِس قبر پر جاتے کبھی اُس قبر پر حالانکہ یہ ماں باپ کے خون میں کسی کمی کی وجہ سے بھی ہوسکتا تھا اس لئے انھیں اپنے اور اپنی بیوی [کے] خون [کا] ٹیسٹ کرانا چاہئے تھا لیکن جہالت کی وجہ سے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے رہے اور کبھی جبل بنی سویف اور کبھی دوسری جگہوں پر اپنے بچے کی زندگی کیلئے باباؤں کے آستانوں پر بھٹکتے رہے۔

مجھے اس بچے کی وفات کی خبر سن کر بڑی تکلیف ہوئی، میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اندر بلایا اور بیٹھ کر تفصیل سے ان کی باتیں سننے لگا۔

انھوں نے کہا کہ وہ طنطا سے اپنی بیوی کے ساتھ اپنے شہر لوٹے تو اپنے ساتھ اس بکرے کے گوشت کا کچھ حصہ بھی لائے تھے جو سید بدوی کے مزار کی چوکھٹ پر ذبح کیا گیا تھا...... جاہلی تعلیم کے مطابق اس ذبیحہ کا بعض حصہ لوٹا کر لایا جاتا ہے تاکہ دوست واحباب میں تقسیم کیا جائے اور وہ خود بھی اسے

کھائیں...... اس گوشت کی اچھی طرح حفاظت نہ کی جاسکی جس کی وجہ سے وہ خراب ہوگیا پھر جس نے بھی اسے کھایا اس کا پیٹ خراب ہوگیا' بڑے لوگ تو خیر برداشت کر گئے لیکن بچہ بیمار پڑ گیا' اس کی ماں اس کو بچانے کیلئے سید بدوی کا انتظار کرتی رہی لیکن بچے کی حالت زیادہ خراب ہوگئی پھر آخر میں وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی' ڈاکٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ماں نے اپنے بچے کو چار دنوں تک ایسے ہی تڑپتا چھوڑ دیا اور کوئی علاج نہیں کیا' ڈاکٹر نے اپنا سر پیٹ لیا لیکن وہ مایوس نہیں ہوا' اس نے دوا اور انجکشن وغیرہ لکھ دیا لیکن بچے کا مرض بڑھتا رہا اور اس کا کمزور جسم اس مرض کی مدافعت نہ کرسکا اور وہ اللہ کو پیارا ہوگیا۔

بچے کے مرنے سے اور بھی مشکلات پیدا ہوگئیں' اس کی ماں کو اتنا صدمہ پہنچا کہ وہ اپنے ہوش حواس کھو بیٹھی اور اس پر جنون طاری ہوگیا' وہ جو بھی چیز پاتی اس کو اپنے کندھے پر اٹھا لیتی' اس کو اپنا بچہ سمجھ کر تھپتھپاتی اور اس کا دل بہلاتی جب کہ باپ نے اس صدمہ کے بعد سنجیدگی سے یہ سوچنا شروع کردیا تھا کہ سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اور ہر سال اس قبر اور اس قبر پر جانے سے صرف نقصان ہوگا۔ انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ اس حادثہ کے بعد ان کے کانوں میں گونج رہی تھی' پھر وہ خاموش ہوگئے' میں نے ان کا غم ہلکا کرنے کیلئے کچھ کلمات کہے جو کہ ایسے موقعہ پر

کہے جاتے ہیں لیکن ابھی انھیں اپنی بیوی کے بارے میں کچھ اور کہنا تھا۔

میں نے ان سے کہا: شاید ماں کے جنون کا اثر اللہ نے اب زائل کر دیا ہو گا۔ انھوں نے سر جھکا کر کہا کہ اس کے گھر والے اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ وہ بعض قبروں اور کنیسوں کا چکر لگائے اور اس کو نفسیات کے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جانے سے انکار کر رہے تھے بلکہ اس کو ایک عورت کے پاس لے گئے جس کو جن کی صحبت حاصل تھی چنانچہ اس نے اس کیلئے ایک سفید پلیٹ پر کوئی چیز لکھ کر دی...... اس طرح دن بدن اس کی بیماری بڑھتی گئی اور معاملہ پیچیدہ ہوتا گیا اور ان شعبدہ بازوں کے چکر میں پڑ کر پیسہ بھی برباد ہوتا رہا اور جب انھوں نے یہ چاہا کہ معاملے کا قطعی فیصلہ ہو جائے اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے ورنہ وہ اس کو ان کی وجہ سے طلاق دے دیں گے کیونکہ وہی اس کو بگاڑنے کا سبب ہیں تو اس عورت کی ماں ان کو چیلنج کرنے لگی اور ان کے سر پر سوار ہو گئی پھر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔

ان کے قصہ نے میرے جذبات ابھار دیئے' میں اس کے باوجود کہ وہ کتاب اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا جو ڈاکٹر جمیل نے مجھے دی تھی' انھیں لا کر دے دی' انھوں نے اسے پکڑا اور الٹ پلٹ کر دیکھا اور اس کی پشت پر جو عبارت لکھی ہوئی تھی اسے زور زور سے پڑھنے لگے گویا کہ وہ مجھے سنانے سے پہلے اپنے آپکو

سنا رہے ہوں' اس پر لکھا ہوا تھا:

(نَوَاقِضُ الْإِسْلَامِ مِنْ كَلِمَاتِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْوَهَابِ ......)۔

پھر یہ آیتِ کریمہ تھی:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴾۔[المائدة:72]

''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے' اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''۔

اور شرک ہی کی ایک قسم غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا بھی ہے جیسے کوئی شخص جن یا قبر کیلئے ذبح کرے۔

پھر انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور تیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کتاب لے کر چل پڑے اور کہا کہ وہ اسے چند دنوں کے بعد واپس کر دیں گے اور مجھ سے یہ درخواست بھی کی کہ میں ان کیلئے اور کتابیں لاؤں جو ان کیلئے توحید کے راستے پر چلنے میں مددگار ثابت ہوں۔

ابراہیم حران واپس چلے گئے لیکن ان کے ساتھ جو المیہ پیش آیا تھا وہ

میرے وجود میں قطرہ قطرہ سرایت کر رہا تھا' یہ کسی تنہا شخص یا ایک جماعت کا حادثہ نہیں بلکہ بہت سے شہروں میں متعدد مسلمانوں کے ساتھ یہی حادثہ پیش آ رہا ہے' ان لوگوں کے نزدیک خرافات حقیقت سے بہتر اور گمراہی ہدایت کے مقابلہ میں ان کے دلوں سے زیادہ قریب ہے اور بدعت انھیں سنت سے دور لے جارہی ہے......

میں نے ڈاکٹر جمیل سے ٹیلیفون پر بات کرنے کی کوشش کی تاکہ ابراہیم حران کا پورا قصہ بیان کر دوں لیکن وہ نہیں ملے تو میں قطر سے شائع ہونے والے ایک ماہنامے کیلئے مضمون لکھنے لگا جس میں عربی ادب میں جرم کے عنوان سے میرے مقالے شائع ہوتے رہتے تھے۔ میں اپنے سامنے مراجع رکھ کر اللہ کی مدد سے کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا تھا' اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی' ٹیلیفون پر بات کرنے والے وزارتِ داخلہ کے ایک سرکاری ملازم تھے' وہ مجھے جرم کے بارے میں لکھنے والے ایک صحافی کی حیثیت سے ایک قتل کی تفتیش میں شامل ہونے کی دعوت دے رہے تھے' مقتول پتھروں کا فرش بنانے والا ایک مزدور تھا۔ اس کی لاش ایک بوری میں تھی جو دو دن سے پڑی ہوئی تھی۔ میں سارا کام چھوڑ کر تحقیق کی جگہ پہنچ گیا' تعجب کی بات یہ ہے کہ جس بنیاد پر یہ جرم ہوا تھا وہ یہی شرک' جھوٹ اور شعبدہ بازی تھی' مقتول یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کو جن کی صحبت حاصل

ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے بدظن میاں بیوی کے درمیان مصالحت کرانے کی قدرت رکھتا ہے۔اسی طرح بعض بیماریوں سے شفا دے سکتا ہے اور بعض دشوار ضرورتیں پوری کرسکتا ہے اپنے موجودہ پیشے کے ساتھ ساتھ۔

ملزم صعید کا رہنے والا تھا' اس کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی' اس نے ایک عورت سے شادی کی تھی جس سے کوئی بچہ نہیں ہوا چنانچہ اس نے اس کو طلاق دے دی' اور ایک سترہ سال کی لڑکی سے دوسری شادی کی لیکن دوسری عورت سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی' اس کو خبر ملی کہ اس کی پہلی بیوی نے اس پر جادو کرا دیا ہے تا کہ اس کی دوسری بیوی سے بھی کوئی بچہ پیدا نہ ہو چنانچہ وہ اس جوان کاہن شخص کے پاس گیا جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ نہیں تھی اور اس سے کہا کہ وہ اس جادو کا توڑ کرے' اس دجال نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اس کے ساتھ اس کے گھر گیا ...... رات کا عمدہ پکوان کھانے کے بعد اس کاہن نے جن کو حاضر کرنے کیلئے بعض ضروری چیزیں جیسے اگر بتی' موم بتی' عطر وغیرہ طلب کی' وہ شخص اس کاہن اور اپنی حسین بیوی کو گھر میں چھوڑ کر مطلوبہ چیزیں خریدنے چلا گیا' کاہن کی نیت خراب ہوگئی اس نے اس کی بیوی سے زبردستی زنا کرنا چاہا لیکن عورت پاکدامن اور شریف تھی' وہ اپنی عزت اور عفت کی طرف سے شدت سے دفاع کرنے لگی اور اٹھ کر بھاگی کہ اپنے پڑوسی کے گھر چلی جائے' وہ ابھی

دروازے پر پہنچی ہی تھی کہ اس کا شوہر آ گیا' وہ اپنا پرس بھول گیا تھا" بیوی نے اس سے سارا واقعہ بیان کر دیا' اس کے شوہر کو بڑا غصہ آیا' اس نے ایک موٹی لاٹھی اٹھائی اور اس کمرے میں داخل ہوا جہاں کاہن موجود تھا اور اس کو لاٹھی سے پیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا ...... اب اس کے سامنے ایک لاش تھی جس کو چھپانا ضروری تھا ...... وہ بیٹھ کر سوچنے لگا ......

رات میں وہ نکلا' اس نے ایک بڑا سا تھیلا خریدا اور اس لاش کو اس میں رکھا پھر آدھی رات کو اسے اپنے کندھے پر لے کر نکلا اور آبادی سے قریب ہی ایک خالی میدان میں پھینک دیا اور واپس آ کر خون کے نشانات وغیرہ مٹانے کی کوشش کی اور یہ سمجھا کہ وہ اس جوان کاہن سے ہمیشہ کیلئے نجات پا گیا لیکن جب پولیس کو وہ لاش ملی تو اس نے اس تھیلے کے بارے میں تحقیق کی' اسے علاقہ میں بنیوں کی دکانوں پر پھرایا' آخر ایک دکاندار نے کہا کہ فلاں شخص نے ابھی کل اس سے یہ تھیلا خریدا تھا' پولیس نے اس آدمی کو پکڑ لیا' پھر اس کے گھر کی تلاشی لی' وہاں جرم کے ارتکاب کے آثار ملے ...... جب اس پر گھیرا تنگ ہو گیا تو اس نے اقبالِ جرم کر لیا۔

میں اچانک اس حادثہ کی تحقیق میں نہیں آیا تھا بلکہ ہر چیز اللہ کی طرف سے مقدر ہوتی ہے' یہ جرم بھی فاسد عقیدہ کی وجہ سے ہی وقوع پذیر ہوا تھا' یہ اچھا موقعہ تھا کہ میں لوگوں کے ساتھ نئے سرے سے عقیدہ کے مسئلہ پر بحث کروں

اور خرافات کو ظاہر کروں کہ یہ کیسے رائج ہوئیں اور لوگوں کے اندر بغیر کسی رکاوٹ کے کیسے سرایت کر گئی ہیں؟ کیا اس وجہ سے یہ خرافات باقی ہیں کہ جو لوگ اس تجارت کو اپنائے ہوئے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ذہین ہیں جو اس کے شکار ہو رہے ہیں؟ آخر لاکھوں لوگ ان پر ایمان کیوں رکھتے ہیں اور کیوں ان پر عمل کرتے ہیں؟ کیا ان کے اندر بُت پرستی داخل ہو چکی ہے جو صدیوں سے دنیا والوں کے [دل] و دماغ میں رچی بسی ہے' کیا یہ بت پرستی نئے طریقے سے ان پر سوار ہو رہی ہے اور کچھ انسانوں کے نفسیاتی حالات اس کی مدد کر رہے ہیں جو اس کی حقیقت و ماہیت تک پہنچ نہیں سکتے؟

اس جرم میں قاتل اور مقتول دونوں فاسد عقیدہ رکھنے والے تھے' وہ اسلام کی حقیقت نہیں جانتے بلکہ صرف اس کا نام جانتے تھے' مقتول ایک شعبدہ باز تھا جو لوگوں کے درمیان برائیاں پھیلاتا تھا اور ان سے جھوٹ بولتا تھا' وہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ جنوں کے ساتھ اس کے تعلقات ہیں' وہ لوگوں کو بدقسمت اور خوش قسمت بناتا ہے' انھیں جنوں کی مدد سے شفا دیتا ہے اور بیمار کرتا ہے' اس میں تو شرک کے ساتھ لوگوں کو نقصان پہنچانا بھی ہے۔ دوسری طرف قاتل اپنی جہالت کی وجہ سے یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اسی طرح کا ایک انسان اسے لڑکا یا لڑکی دے سکتا ہے' اس کا عذر یہ ہوسکتا ہے کہ لڑکا پانے کی محبت میں اس کی عقل زائل ہو چکی تھی ......

لیکن اگر اس کا عقیدہ درست ہوتا اور ذہن میں یہ بات راسخ ہوتی کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نفع اور نقصان صرف اسی کے ہاتھ میں ہے تو اس طرح وہ اپنے آپ کو اس شعبدہ باز کے حوالے نہ کرتا' اس کا عقیدہ اس دھوکا باز کاہن کے ہاتھ میں جانے سے روکتا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض متعصب لوگ خرافات کے داعی و مبلغ بن جاتے ہیں' اس کی ترویج واشاعت کرتے ہیں' اس کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں' یہاں تک کہ لڑائی کرنے پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ مجلسوں میں یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ فلاں شیخ نے ان کو حالیہ دنوں میں فلاں مصیبت سے نجات دی اور اگر فلاں شیخ مدد نہ کرتے تو اس سال ان کی ترقی نہ ہوتی اور اگر فلاں شیخ نے ان کیلئے تعویذ نہ لکھا ہوتا جس کو وہ اپنے بغل میں دبائے ہوئے ہیں تو ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان اختلاف کی وجہ سے طلاق کی نوبت آجاتی۔

اس موقع پر مجھ کو ایک خاتون کا قصہ یاد آ گیا جس نے قاہرہ یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد علم زراعت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اس وقت وہ ایک عرب ملک میں وزیر زراعت کے آفس میں بحیثیت منیجر کام کر رہی ہے' اس کے شوہر کو اپنے تکیہ کے نیچے ایک دن ایک تعویذ ملا' انھوں نے اس

سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس پر پچاس پاؤنڈ سے زیادہ خرچ کیا ہے تا کہ آپ کا دل اپنی طرف مائل کرسکوں کیونکہ میں ان دنوں آپ کی طرف سے اپنے لئے سردمہری دیکھ رہی ہوں...... لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ شوہر نے اسے طلاق دے دی' یہ قصہ عورت کے وکیل نے بیان کیا ہے جو کورٹ میں شوہر کے خلاف اس مقدمہ کی پیروی کررہا تھا۔

یہ سب خرافات اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہیں یہاں تک کہ اس میں مہارت حاصل کرنے والوں نے شیوخ کے مزاروں کو مختلف کام کیلئے بانٹ دیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ فلاں محترمہ کی قبران لڑکیوں کی شادی کرانے کیلئے ہے' جن کی شادی نہیں ہورہی' فلاں بزرگ کی قبر روزی کا مسئلہ حل کرنے کیلئے ہے' فلاں عورت کی قبر کی زیارت شوہر و بیوی کے درمیان باہمی تنازعہ' طلاق و جدائی وغیرہ کے مسائل اور دوسری قبر کی زیارت بچوں کی بیماری' آنکھوں کی بیماری' ہاضمہ کی دشواری وغیرہ دور کرنے کیلئے کی جائے۔ یہ ایک سازش ہے جس کی گرہیں بہت مضبوط ہیں اور جس کے دھاگے سے سیدھے سادھے لوگ اور فقرا و مساکین بندھے ہوئے ہیں گویا کہ انھوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی ہی نہیں:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔(أنعام:17)

”اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے“۔

اور گویا انھوں نے یہ حدیث نہیں پڑھی:

(مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)۔ ❶

”جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا“۔

یہ خرافات صرف عام لوگوں اور جاہلوں میں نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ اور اعلیٰ یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ افراد بھی اس میں مبتلا ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ چیز لوگوں کے ضمیر میں داخل ہو چکی ہے' ان کے پاس صحیح سالم عقیدہ نہیں جو انھیں ان مہلک شرکیہ کاموں سے روکے' جو بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ جس آدمی کا ایمان مضبوط ہو اور وہ اس بات پر مطمئن ہو کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے' وہی ہر چیز کا رب ہے' اس کا کوئی شریک اور سفارشی نہیں' اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی' اس کا ایمان و عقیدہ محفوظ ہے' مفاسد اس کے پاس پہنچ نہیں سکتے اور اس کے ایمان کی چٹان سے ٹکرا کر یہ تمام

---

❶: مسند أحمد' صحيح الجامع: 6270۔ اسی مضمون کی حدیث سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔ صحیح أبي داود: 3288۔ (الاثری)

خرافات پاش پاش ہو جائیں گی کیونکہ اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے اور اب اس کے نزدیک اس پر بحث کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اللہ پر ایمان لانے اور صحیح عقیدہ اختیار کرنے کیلئے بڑی بڑی کتابیں پڑھنے اور یونیورسٹیوں میں جانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جہاں تک رسائی ہر ایک کی ہو سکتی ہے خواہ وہ فقیر ہو یا غنی۔

میں جس وقت اس حقیقت کو لکھ رہا ہوں مجھے شور وغل اور طبلہ بجنے کی آواز سنائی دے رہی ہے جو رات کے سکون کو غارت کر رہی ہے' یہ آواز بلند ہوتی جا رہی ہے اور رکتی نہیں ہے سوائے چند لمحوں کے جس میں دھن بدل جاتی ہے پھر زور زور سے آنے لگتی ہے گویا کہ در ودیوار ہلا دے گی' میں اپنے تجربہ سے اس قابل نفرت الحان وآواز کو پہچان گیا۔ پڑوسیوں میں سے ایک خوشحال عورت نے زار کی مجلس منعقد کی ہے اس میں اس نے اپنی سہیلیوں کو بلایا ہے جو اسی کے مثل جن کے دھکے سے پریشان رہتی ہیں' یہ کوئی پہلا موقعہ نہیں ہے جب اس طرح کی کوئی محفل منعقد ہوئی ہو۔ وہ تو ہر چھ مہینے میں ایک بار ایسی مجلس منعقد کیا کرتی ہے تاکہ وہ اس جن کو خوش رکھ سکے جو اس کے جسم میں رہتا ہے۔

میں اس مصیبت سے بچنا چاہتا تھا اور اس سے بھاگنے کا کوئی وسیلہ ڈھونڈ رہا تھا...... میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور پڑھنے کی کوشش کرنے لگا' اتنے میں میرے

ایک دوست جو جامعہ ازہر کے بڑے علما میں سے ہیں اور وزارۃ الاوقاف میں کام کرتے ہیں مجھ سے ملنے آئے' میں نے خوشی سے ان کا استقبال کیا' اس لئے کہ مجھے ان کے ساتھ بحث کرنا پسند تھا اور اس وجہ سے بھی کہ شاید اس طرح مجھے مکروہ آواز سے نجات مل جائے۔

میں نے ان سے اپنے پڑوسی کی شکایت کی پھر ہم جن اور اس سے لوگوں کی شکایت کے بارے میں بحث کرنے لگے' میں نے کہا کہ عورتیں کس طرح دعویٰ کرتی ہیں کہ جنات ان کے اوپر سوار ہوتے ہیں اور بکثرت لوگ (ان کو خوش رکھنے کیلئے) زار کی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ ایک عالم فاضل جو ازہر کے سند یافتہ ہیں وہ انتہائی وثوق سے کہنے لگے کہ ان کی ایک بہن تھی' اس کے اور شوہر کے درمیان اختلاف کے بعد جن اسے تکلیف دینے لگا' اس نے چند دنوں تک اس کے دائیں ہاتھ کو بیکار بنائے رکھا' اس سے وہ کام نہیں کرسکتی تھی پھر جن نے اس کو اس وقت چھوڑا جب زار کی مجلس منعقد کی گئی' اس نے اپنے اور جن کے درمیان امن وسکون سے رہنے کا معاہدہ کرلیا...... جن نے اس کا ہاتھ اس شرط پر چھوڑا کہ وہ ہر سال یہ مجلس منعقد کرے گی' یہ باتیں ایک عالم شخص نے کہی تھیں...... میں دیر تک خاموش رہا' میں بیچارے ابراہیم حران اور ان کی ان پڑھ بیوی کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ عتاب اور ملامت کے مستحق

نہیں جب کہ زار کی مجلس کے بارے میں ایک عالم شخص یہ رائے رکھتا ہے' طبلہ کی تیز آواز اب بھی ہمارے کانوں تک پہنچ رہی تھی' خاموشی نے اس بلند آواز کے سامنے اپنی حیثیت کھودی تھی جو جنون کی حالت میں جن کو خوش کرنے کیلئے نکالی جارہی تھی۔

میں رات بھر اپنے اس ازہری عالم دوست کے ساتھ جاگتا رہا' میں نے سوچا کہ یہ میرا مخلص دوست کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وہ خرافات پر ایمان رکھتا ہے' جنوں کی حکایات کی تائید کرتا ہے' میں نے محسوس کیا کہ میرا وقت اس فاسد عقیدہ رکھنے والے شخص اور زار کی مجلس کی بلند آواز کے درمیان ضائع ہوگیا جو میری آفس کی کھڑکی سے ٹکرا رہی تھی' مجھے ان دونوں سے کوئی بچانے والا نہیں تھا۔

صبح کے وقت میں ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر بیدار ہوا جو دیر سے بج رہی تھی' اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ قاہرہ سے باہر کا فون ہے' میں نے ریسیور اٹھایا' وہ کال صعید سے تھی اور بات کرنے والے میرے خالو یعنی ابراہیم حران کی بیوی کے والد تھے' انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ کل آرہے ہیں' انھوں نے یہ معلوم کرنے کیلئے فون کیا تھا کہ میں قاہرہ میں ہوں یا قاہرہ سے باہر سفر پر ہوں۔

وہ مجھ سے ایک ضروری کام سے ملنا چاہتے تھے' میں نے انھیں مرحبا کہا اور یہ بھی کہا کہ میں ان کے انتظار میں ہوں' ایسا کہنے کے علاوہ میرے پاس کوئی

چارہ نہیں تھا کیونکہ اس کے بہت سے اسباب تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جس آدمی نے مجھ سے رابطہ کیا تھا ان کا میں بہت احترام کرتا تھا اور ان سے محبت کرتا تھا، میں نے ان کی آواز میں التماس محسوس کیا" اگر کوئی ضرورتمند مجھ سے کسی چیز کا التماس کرے اور اسے پورا کرنے کی میرے اندر طاقت ہو تو اس معاملہ میں میں بہت کمزور ہوں" میں اس کی ضرورت ضرور پوری کرتا ہوں اور اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس کی درخواست کو رد کروں خواہ پیار و محبت سے ہی رد کرنا کیوں نہ ہو، میں یہ پوری کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو ان لوگوں میں سے بناؤں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھلائی پہنچانا چاہتا ہے، اگرچہ اس کی وجہ سے مجھے بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں اور میرا وقت ضائع ہوتا ہے لیکن میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

دوسرے دن یہ غمگین قافلہ جس میں میرے خالو اور میری خالہ یعنی ابراہیم حران کی بیوی کی ماں اور ان کی بیٹی...... جس پر اس کے بچہ کی وفات کے بعد جنون کا اثر ہو گیا تھا اور جس کی حالت قابلِ رحم تھی اور جس کی عقلی حالت پیچیدہ ہو گئی تھی...... میرے یہاں پہنچے (میری خالہ کی بیٹی) انتہائی مغموم تھی، میں نے اس سے بات نہیں کی، میں نے دیکھا کہ وہ اپنا شعور کھو چکی ہے، وہ نیند اور بیداری کے درمیان تمیز نہیں کر پاتی اور کسی کی بات کا جواب نہیں دیتی، وہ لوگوں کی

دنیا سے وہم اور غم کی دنیا میں منتقل ہو چکی تھی ...... یہاں تک کہ بالکل پژمردہ ہو گئی تھی اور ایک بڑا اسٹیچو (بت) بن گئی تھی ...... اس کے اندر زندگی کی کوئی علامت باقی نہیں رہ گئی تھی سوائے شیشہ کے آلے کی طرح اس کی دونوں آنکھوں کے، وہ آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھتی تو تھی لیکن اس نظر میں کوئی معنی نہیں تھا، اس کے باپ نے غم سے بھرے ہوئے لہجے میں مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے سے رابطہ کروں جو کہ اعصابی ونفسیاتی امراض کا ڈاکٹر ہے اور عباسیہ میں (دَارُالْـإِسْتِشْفَاءِ لِلْأَمْـرَاضِ النَّفْسِيَّةِ وَالْعَصْبِيَّةِ) میں کام کرتا ہے تاکہ وہ اسپیشل وارڈ میں اس کیلئے جگہ حاصل کر لے۔

اس کی ماں رو رہی تھی وہ نادم تھی اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہی تھی کہ اس نے کس طرح مشائخ کے پاس اپنی بیٹی کے علاج پر اصرار کیا تھا اور قبروں پر جا کر ان کا طواف کرتی اور وقت ضائع کرتی رہی یہاں تک کہ مرض بڑھ گیا اور اس کا دفاع کرنا اس کی بیٹی کیلئے دشوار ہو گیا، اس نے یہ بھی اعتراف کیا کہ اس نے اس کے شوہر ابراہیم حران کے ساتھ غلط برتاؤ کیا اور ان کو ایک غلط کام کرنے پر بھڑکایا لیکن اس کا عذر یہ تھا کہ وہ جہالت کا شکار ہو گئی تھی، دسیوں عورتوں نے اس سے یہی کہا تھا کہ باباؤں، قبروں اور شعبدہ بازوں کے پاس جا کر ان کا تجربہ کامیاب رہا ہے مثل مشہور ہے "اِسْأَلُ مُجَرَّبًا وَلَا تَسْأَلُ طَبِيْبًا" ۔"تجربہ کار

سے پوچھو ڈاکٹر سے نہ پوچھو"۔

اللہ کے فضل و کرم سے اس نرسنگ ہوم کے اسپیشل وارڈ میں اسی دن اسے داخل کرنے کا ہمیں موقعہ مل گیا' میرے بیٹے نے کہا کہ اس کی حالت قابل اطمینان ہے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ صرف بات یہ ہے کہ لاپرواہی نے اس کا معاملہ پیچیدہ کر دیا ہے' ایک ہفتہ علاج کرنے کے بعد اس عورت کی حالت اچھی ہونے لگی' الیکٹرک شاک اور دوسرے طریقوں سے اس کا علاج کیا گیا' اسی دوران میں ابراہیم حران نے مجھ سے رابطہ قائم کیا' میں نے ان سے کہا کہ مجھے ان سے ایک اہم کام ہے اس لئے وہ میرے گھر ضرور آئیں' جب وہ آئے تو میں نے ان سے اس معاملہ کی وضاحت کی اور ان کو بتلایا کہ ڈاکٹر اس کے علاج کیلئے ایک چیز یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر کے پاس لوٹا دی جائے...... میں نے ان کے چہرہ کو غور سے دیکھا' میں نے محسوس کیا کہ توحید کے موضوع پر اس کتاب کو پڑھنے کے بعد جو میں نے ڈاکٹر جمیل غازی سے حاصل کی تھی وہ ایک نئے انسان بن گئے ہیں' پہلے وہ جس موضوع پر باتیں کیا کرتے تھے مثلاً انبیا کے بارے میں' مصحف کے بارے میں' بعض مشائخ کے بارے میں' اب وہ باتیں ان کی زبان پر بالکل نہیں تھیں بلکہ وہ اپنی زندگی ایک ایسے انسان کی طرح گزارنے لگے تھے جو صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے' صرف اللہ سے ڈرتا ہے اور

صرف اللہ سے امید رکھتا ہے۔ جب میں نے ان سے یہ بات کہی کہ وہ اپنی بیوی کو لوٹا لیں تو انھوں نے اس کیلئے یہ شرط رکھی کہ ان کی بیوی کی ماں اپنے پرانے اعتقاد چھوڑ دے تبھی یہ ممکن ہے' اسی طرح اس کے والد بھی اپنے پرانے اعتقاد کو چھوڑ دیں اور بیوی کو سدھارنے کی ذمہ داری انھوں نے خود لی' پھر ان سب لوگوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں بیوی موجود نہیں تھی کیونکہ وہ ہسپتال میں تھی' ان لوگوں نے ان کی شرط مان لی کیونکہ انھیں اس ضعیف الاعتقادی کا سخت سبق مل چکا تھا۔

جب ابراہیم حران ہسپتال میں اپنی بیوی سے ملنے گئے تو ان کی بیوی کی صحت پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا' جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اس کے شوہر نے اپنے نکاح میں اسے لوٹا لیا ہے تو بہت خوش ہوئی' میرے بیٹے نے (جو اس کا علاج کر رہا تھا) مجھے بتایا کہ اس کا حقیقی علاج اپنے شوہر کے پاس لوٹنا اور شوہر کا ہسپتال میں اس کی زیارت کرنا ثابت ہوا' وہ اس کی وجہ سے جلد شفا پا گئی۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی' اس کے بچے کی وفات کے صدمہ نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا...... پھر طلاق کے صدمہ نے اس کی بقیہ عقل ختم کر دی تھی' تقریباً ایک مہینہ دس دن کے بعد ہسپتال سے اسے چھٹی مل گئی' ہسپتال کے دروازہ پر اس کے شوہر اور اس کے والدین ایک گاڑی میں اس کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے پھر وہ گاڑی ان کو لے کر فوراً صعید کی طرف روانہ ہو گئی۔

میرے دل پر اس حادثہ کا جو اثر ہوا اس سے میں نکل نہیں سکا' ان خرافات کو بھلانا میرے لئے آسان نہ تھا' جو ہر دن بلکہ ہر لمحہ میرے خاندان کے دسیوں لوگوں کو اور میرے دینی بھائیوں کو برباد کرتی ہیں' ان کے گھروں کو ویران کر دیتی ہیں' یہ خرافات پورے عالم اسلام میں پائی جاتی ہیں...... میں اپنے دل سے پوچھنے لگا کہ ہم مشرق وسطیٰ میں رہنے والوں کو خرافات نے کس طرح برباد کر رکھا ہے' ہماری اسلامی سوسائٹی کے سینے پر باطل چیزیں کس طرح رینگ رہی ہیں اور ہماری تمدنی ترقی میں یہ کس طرح رکاوٹ بن رہی ہیں......؟

مغربی ممالک اور یورپی سماج میں بھی خرافات پائی جاتی ہیں' وہ بھی اس سے پوری طرح خالی نہیں ہے' لیکن اس کے باوجود بھی وہ تمدنی ترقی کر رہے ہیں اور آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ ان کی خرافات اور بے بنیاد باتیں صرف روح کی مخالف ہیں جن کی وجہ سے وہ مادیات کی طرف ضرورت سے زیادہ بڑھ رہے ہیں جو ان کی تہذیب وثقافت کے عین مطابق ہے اور یہاں مشرقی ممالک میں ہمارے اندر جو خرافات پائی جاتی ہیں وہ عقل اور مادہ دونوں کی مخالف ہیں اس لئے ہم ترقی کے میدان میں بہت پیچھے ہیں اور یہ خرافات ہمارے حال و مستقبل دونوں کو برباد کر رہی ہیں۔

اس سماجی وتمدنی مشکل سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے

کہ ہم اپنے عقیدہ کو ان خرافات واباطیل سے پاک وصاف کریں جو دین کا حصہ نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہمارے عقیدے سے چمٹی ہوئی ہیں۔

جب توحید ہماری زندگی کا اسلوب اور ہمارا کلچر وعقیدہ بن جائے تو ہمارے افق سے یہ بادل ہمیشہ کیلئے چھٹ جائیں گے...... یعنی خرافات کے بادل' کہانت وشعبدہ بازی کے بادل جس میں کوئی دم خم نہیں۔

ان خرافات کو دور کرنے کی ذمہ داری تربیت کرنے والے اداروں پر عائد ہوتی ہے' اس وقت ہم جس حالت میں جی رہے ہیں وہ اس سے بدتر ہے جو آپ نے اس کتاب میں پڑھی ہے۔ اگر آپ یوں ہی بغیر تحقیق کے سو خاندانوں کو بطور نمونہ منتخب کریں پھر ان کے اندر تحقیق کریں تو آپ بہت کم لوگوں کو صحیح العقیدہ پائیں گے اور اکثر لوگوں کو اسی طرح پائیں گے جس طرح میں نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔

﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ﴾۔[آل عمران:53]

''اے ہمارے پروردگار! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کا اتباع کیا پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے''۔

...... تمت ......

سلسلہ منشورات 73

کتاب وسنت کی طرف رجوع کا وجوب اور

تقلید کے خطرات

تالیف

علی خشان حفظہ اللہ

نظر ثانی

مختار احمد ندوی رحمہ اللہ

مکتبۃ الامام البخاری

الدار العلمیۃ لنشر التراث الاسلامی

0321-8750161

مکتبۃ السنۃ

الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

0300-2160112